جنگی قیدی کو غلام بنانے کا شرعی اور قانونی تصور عصر حاضر کے تناظر میں

احسان اللہ چشتی*

Abstract:

This paper aims to explain the issue of enslavement of prisoners of war in Islamic Law and existing international Laws. Because in present time, some scholars claimed that slavery is of a prisoner of war is not permissible in Islamic Law at all, and the continuation of slavery in early Islamic era was based on custom of Arabs. Therefore, I clarified the opinions of Muslim Jurists in the light of Qur'an and Sunnah, *and tried to clear it that this issue stipulated in legal texts, and there is no legal text that revokes or repeals this ruling. I concluded that the jurists agree on the legality of enslavement in Islamic law as choice depends on the discretionary power of rulers. Therefore, Rulers has the choice between killing of prisoners, Enslavement, Bestow upon, and redemption. In fact, the ruling on enslavement is a matter of relief, because before that the Imam was only obliged to kill the prisoners of war. Presently, International laws prohibit enslavement and determine it as a crime against Humanity, but unfortunately, the practice is worse than in the past.*

Keywords: *War, Enslavement, Prisoners, international law, Islamic law, Redemption, Killing,*

مقدمہ:

تاریخ انسانی کی یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ہمیشہ انسان اپنی فطری تقاضوں کے مطابق ایک دوسرے کے ساتھ انفرادی اور اجتماعی طور پر نبرد آزما رہا ہے، کیونکہ انسان فطری طور پر ایک دوسرے پر برتری کا خواہاں ہوتا ہے، جب کہ کچھ معاشرتی وجوہات بھی باہم جنگ وجدل کے سبب بن جاتے ہیں۔ ابتدائی طور پر مالی، معاشرتی اور قبائلی برتری کے لئے جنگیں لڑی جاتی تھی بعد میں جب باقاعدہ ریاستیں قائم ہوئیں، تو حکومتیں باہم لڑائی اور جھگڑوں میں الجھ گئیں۔ اس قسم کے نفرت آمیز اور مذموم مقاصد پر مبنی سرگرمیوں کے علاوہ کچھ ممدوح اور مستحسن مقاصد کے حصول کے لئے بھی جنگیں لڑی جاتی رہی، جس میں ظلم اور استیصال کے خاتمے کے لئے مذہبی بنیادوں پر قتال کی صورت سب سے اہم ہے کیوں کہ تمام مذاہب سماویہ نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے احکامات کی تنفیذ اور

---

* لیکچرر، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔
. ihsanullah.chishti@iiu.edu.pk

انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر صرف معبود برحق کی بندگی کی طرف لانے کے لئے قتال کی اجازت دی ہے، لیکن یہ اجازت مطلق قتل وغارت پر مبنی اجازت نہیں بلکہ اس بابت بہت سارے حدود وقیود بیان کئے گئے ہیں تاکہ اس اجازت سے کوئی ناجائز فائدہ نہ اٹھا سکے۔

جنگ بہر حال جنگ ہوتی ہے جس کے اثرات معاشرے اور اس کے افراد پر براہ راست مرتب ہوتے ہیں، چنانچہ اس حوالے سے قبل از اسلام جو رسم ورواج رائج رہا ہے اس میں سے ایک جنگی قیدیوں سے متعلق ہے، ظہور اسلام سے قبل جنگی قیدی کا تصور اسے غلامی کی زنجیروں میں جکڑنا تھا جس کی وجہ سے اللہ جل شانہ کے آزاد بندے ہمیشہ کے لئے نہ صرف خود بلکہ ان کی نسلیں بھی اس ذلت آمیز ندگی سے دوچار ہو جاتی تھیں۔ اور یہ لوگ کسی بھی دوسری چیز کی طرح سر بازار بکتے رہتے تھے، جن کے انسانی حقوق یکسر سلب ہو جاتے تھے اور حیوانوں کی طرح ان کے ساتھ سلوک روا رکھا جاتا تھا، ان کے مالک ان کے ساتھ ہر قسم کے سلوک روا رکھنے کو اپنا حق سمجھتے تھے، اسلام کے ظہور سے قبل اور ظہور کے بعد مکہ مکرمہ میں غلاموں کے احوال تاریخ کے آوراق میں محفوظ ہے، جس سے اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ اس وقت غلاموں کے ساتھ انتہائی سفاکانہ اور ظالمانہ رویہ روا رکھا جاتا تھا، اس بابت سیدنا بلال حبشیؓ کے احوال پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور دیگر بہت سارے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اس قسم کے مصائب سہہ چکے تھے۔

موجودہ دور میں باوجود ٹیکنالوجی، سائنس کی ترقی اور دنیا کے گلوبل ویلج بننے کے جنگی قیدیوں کے ساتھ ناروا سلوک کیا جاتا ہے، ان پر غیر انسانی اور وحشیانہ ظلم وبربریت کے پہاڑ انسانی حقوق کے تحفظ کے نام پر ڈھائے جاتے ہیں، اور یہ سب کچھ تہذیب وتمدن کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہونے کے دعویدار بڑی جراءت اور ڈھٹائی سے کرتے جارہے ہیں، جس کی بے شمار مثالیں حالیہ جنگی نتائج کی صورت میں قید ہونے والے جنگجوؤں کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں۔ مزید برآں عصر حاضر میں جہاں ایک طرف انسانی حقوق پر نہایت زور دیا جاتا ہے، اور مختلف حوالوں سے اس بابت دنیا کے اقوام کو انسانی حقوق کی پاسداری پر مجبور کیا جاتا ہے، اسی طرح بین الاقوامی قوانین اور مختلف ممالک کے ملکی قوانین میں غلام بنانے کو ممنوع قرار دیا گیا ہے وہاں عملی طور پر بدترین سلوک جنگی قیدیوں سے روا رکھا جاتا ہے، اور انسانی سمگلنگ کا سلسلہ پسماندہ ممالک سے بھرپور طریقے سے جاری ہے۔

اس لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ اس بابت شریعت اسلامیہ کے احکامات کا مطالعہ کیا جائے اور اس کی روشنی میں مربوط لائحہ عمل تیار کیا جائے، تاکہ دنیا پر واضح ہو جائے کہ شریعت کے احکام ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس کے ذریعے انسانی مسائل کا تدارک اور ان کے حقوق کا کما حقہ تحفظ ممکن ہے۔

شریعت اسلامیہ کے ظہور کے بعد اس بابت جناب رسول اللہ ﷺ نے جنگی قیدیوں کے بارے میں اس جاہلانہ رسم ورواج میں اصلاح کی بنیاد رکھی کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر جنگ کا مقصد صرف اعلائے کلمتہ اللہ تھا نہ کہ مال ودولت اور سلطنت کا حصول تھا، اور ان کے متعلق مختلف مواقعوں پر مختلف قسم کا تعامل روا رکھا گیا، چنانچہ سب سے پہلے جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے میں فدیہ کے بدلے ان کی آزادی کا حکم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کے بعد فرمایا کیونکہ اصحاب رسولؐ اس بابت مختلف الرائے تھے، یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہادی فیصلہ تھا اور اس فیصلے کے بعد قرآن کریم نے اس کی تائید نہیں کی۔ اس طرح کی اور بھی مثالیں عہد نبویؐ میں پائی جاتی ہیں جس کا تذکرہ اس مقالے میں کیا جائے گا۔ اس تعامل میں اختلاف کی وجہ سے مسلمان فقہاء کی آراء بھی بعد کے ادوار میں اس بابت مختلف رہی ہیں۔ اس تحقیقی مقالے میں قرآن کریم، جناب رسول اللہ ﷺ کے تعامل اور فرامین مبارکہ کے علاوہ فقہی طور پر اس مسئلے کا تحقیقی مطالعہ عصر حاضر کے تناظر میں کیا جائے گا۔ جس میں دو اہم بنیادی سوالات کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ ایک اہم سوال یہ ہے کہ کیا جنگی قیدی کو غلام بنانا شرعا ناجائز یا حرام قرار دیا جا چکا ہے؟ یا یہ محض تعامل کی وجہ سے مفقود ہو گیا ہے؟ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ موجودہ دور میں جنگی قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا جائے گا؟ اور اس بابت بین الاقوامی قوانین کس حد تک اسلامی احکامات کے ساتھ ہم آہنگ ہے؟۔

جنگی قیدی کا مفہوم:

جنگی قیدی سے مراد وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کے ساتھ برسر پیکار ہونے کی حالت میں میدان جنگ سے زندہ قید ہو جائے، علامہ ماوردی نے اس کی تعریف بیان کی ہے کہ : فَهُمْ

الْمُقَاتِلُونَ مِنَ الْكُفَّارِ إِذَا ظَفَرَ الْمُسْلِمُونَ بِأَسْرِهِمْ أَحْيَاءَ۔[۱] اس لئے مقاتلین کے علاوہ دوسرے لوگ اس میں شامل نہیں ہونگے، چنانچہ فقہاء نے اس ضمن میں دو مختلف اصطلاحات وضع کئے ہیں ا: **اسری** ۲: **سبی**، اول الذکر سے مراد جنگی قیدی ہے جنہوں نے عملاً جنگ میں حصہ لیا یا کسی بھی دوسرے طریقے سے جنگ میں شریک ہوئے۔ ثانی الذکر سے مراد وہ لوگ جو جنگ کا حصہ نہیں، یا وہ جنگ میں حصہ لینے کے بوجوہ قابل نہیں، اس میں بچے اور خواتین شامل ہیں، انہیں قید کیا جاسکتا ہے لیکن ان پر جنگی قیدی کا اطلاق نہیں ہوگا، بلکہ وہ مال غنیمت متصور ہوں گے اور انہیں قتل نہیں کیا جائے گا، بلکہ مال غنیمت کی طرح انہیں مجاہدین میں تقسیم کیا جائے گا۔

جہاں تک موجودہ بین الاقوامی قوانین میں جنگی قیدی کے تصور کا تعلق ہے تو "جنیوا کنونشن ۱۹۴۹"[۲] نے اس میں وسعت پیدا کی ہے، چنانچہ اس کنونشن کے مطابق جو بھی شخص کسی بھی صورت میں منظم فوج کا حصہ ہو، اسے اگر مقابل فریق پکڑنے میں کامیاب ہو جائے، تو وہ جنگی قیدی کہلائے گا۔ اس لئے اس میں صرف براہ راست مقاتلین کے علاوہ سول سروسز فراہم کرنے والے لوگ بھی شامل ہونگے جو میدان جنگ میں شریک ہونگے۔ اس لئے جنیوا کنونشن کے Rule 106 میں اس کی تصریح کی گئی ہے کہ: جنگی قیدی کے حقوق حاصل کرنے کے لئے میدان جنگ میں شریک افراد کو اپنی شناخت واضح کرنی چاہئے۔ اگر کوئی شخص بغیر شناخت کے پکڑا گیا، تو اسے جنگی قیدی کے حقوق حاصل نہیں ہونگے۔ بلکہ وہ غیر قانونی قیدی تصور ہوگا۔[۳]

قرآن کریم کے نصوص:

جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کا حکم قرآن مجید کے نصوص سے ثابت ہے، اللہ جل شانہ کا ارشاد مبارک ہے:

1– ابوالحسن علی بن محمد الماوردی، **الأحكام السلطانية** (القاہرۃ: دار الحدیث بدون الطبعۃ والتاریخ) ص، ۲۰۷، ابو یعلی الفراء محمد بن الحسین الحنبلی، **الأحكام السلطانية** (بیروت: دار الكتب العلمية، ۱۴۲۱ھ) ط ۲، ص ۱۴۱۔

2– جنیوا کنونشن بین الاقوامی طور پر مسلمہ معاہدات کا تسلسل ہے، جو ۱۸۶۴ سے لے کر ۱۹۴۹ تک وجود میں آئے، ۱۹۷۷ میں جنیوا کنونشن ۱۹۴۹ میں مزید دو پروٹوکولز کا اضافہ کیا گیا۔

3– Geneva Convention, 1949, Rule 106, Condition for Prisoner-of – War Status.

وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ[4]

امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ نے خذوھم کا معنی لکھا ہے: وَخُذُوهُمْ أي أسروهم.[5] یعنی انہیں اسیر اور غلام بناو، کیونکہ عرب میں غلام کو "أخیذ" کہا جاتا ہے۔

اللہ جل شانہ نے ایک اور مقام پہ حکم فرمایا ہے کہ:

حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ[6]

تو ان کو مضبوط باندھ لو،

اس آیت کریمہ میں۔"فَشُدُّوا الْوَثَاقَ" کنایہ ہے غلام بنانے سے، اس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں باندھ کر رکھو تا کہ بھاگنے نہ پائے۔ وثاق کا معنی وہ رسی ہے جس کے ذریعے جنگی قیدی کو باندھا جاتا ہے۔[7]

جہاں تک جنگی قیدیوں کے ساتھ معاملات کا تعلق ہے تو قرآن کریم میں اس بابت دو بنیادی آیات کریمات نازل ہوئی ہے، پہلے جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے میں ایک آیت مبارکہ کا نزول ہوا، جس میں اللہ جل شانہ نے واضح طور پر جنگی قیدیوں کے قتل سے متعلق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو شارع کے منشاء کے مطابق قرار دیا۔ چنانچہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ.[8]

ترجمہ: یہ بات کسی نبی کے شایان شان نہیں ہے کہ اس کے پاس قیدی رہیں جب تک کہ وہ زمین میں (دشمنوں کا) خون اچھی طرح نہ بہا چکا ہو (جس سے ان کا رعب پوری طرح ٹوٹ جائے) تم دنیا کا

4– القرآن، ۹: ۵۔

5– عبداللہ بن مسلم بن قتیبۃ الدینوری، **غریب القرآن** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۳۹۸ھ) ص، ۱۵۹۔

6– القرآن، ۴۷: ۴۔

7– محمد محمود الحجازی، **التفسیر الواضح**، (بیروت: دار الجیل الجدید، ۱۴۱۳ھ) ج ۳، ص ۴۵۸۔

8– القرآن، ۸: ۶۷۔

سازوسامان چاہتے ہو اور اللہ (تمہارے لیے) آخرت (کی بھلائی) چاہتا ہے، اور اللہ صاحب اقتدار بھی ہے، صاحب حکمت بھی۔

دوسری آیت کریمہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ذَٰلِكَ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُم بِبَعْضٍ وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَن يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ[9]

ترجمہ: پس جب ان کافروں سے تمہارے مقابلہ کی نوبت آئے تو ان کی گردنیں اڑاؤ، یہاں تک کہ جب ان کو اچھی طرح چور کر دو تو ان کو مضبوط باندھ لو، پھر یا تو احسان کر کے چھوڑنا ہے، یا فدیہ لے ک، ریہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار ڈال دے۔ یہ کام ہے تمہارے کرنے کا، اور اگر اللہ چاہتا تو خود ہی ان سے انتقام لے لیتا، لیکن اس نے تم کو یہ حکم اس لئے دیا کہ ایک کو دوسرے سے آزمائے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے اللہ ان کے اعمال ہرگز رائیگاں نہیں کرے گا۔

ان آیات کریمات سے متعلق مختلف مباحث جڑے ہوئے ہیں جو تفصیل طلب ہے چنانچہ ذیل میں ان کی وضاحت کی جاتی ہے تاکہ زیر بحث موضوع کے اصولی اور اساسی بنیادیں واضح ہو جائے:

ا: نسخ کا حکم:

بعض حضرات جیسے قتادۃ، سدی، ضحاک اور جریج رحمہم اللہ کی رائے یہ ہے، کہ یہ آیت کریمہ منسوخ ہو چکی ہے، اور اس کے ناسخ آیات کریمات میں سے ایک آیت فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِم[10] (لہٰذا اگر کبھی یہ لوگ جنگ میں تمہارے ہاتھ لگ جائیں تو ان کو سامان عبرت بنا کر ان لوگوں کو بھی تتر بتر کر ڈالو جو ان کے پیچھے ہیں، تاکہ وہ یاد رکھیں) اور دوسری آیت فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ

9- القرآن، ۴۷: ۴۔

10- القرآن، ۸: ۵۷۔

وَجَدْتُمُوهُمْ (تو ان مشرکین کو (جنہوں نے تمہارے ساتھ بدعہدی کی تھی) جہاں بھی پاؤ قتل کر ڈالو) ہے۔[11]

اسی طرح ان حضرات کا دعویٰ ہے کہ سورۃ محمدؐ چونکہ سورۃ توبۃ کے بعد نازل ہوئی ہے اس لئے سورۃ محمدؐ میں اختیار کا حکم منسوخ ہے۔[12] لیکن یہاں ''نسخ'' کے اطلاق سے زیادہ بہتر ''تخصیصِ حکم'' ہو سکتا ہے کیونکہ اہل کتاب سے متعلق یہ حکم بہر حال برقرار ہے۔ جب کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل علم کے ہاں یہ آیت محکمات میں سے ہے اور مسلمانوں کے پاس اختیار ہے کہ احوال کے مطابق وہ جس طرح چاہے کسی ایک حکم پر عمل کر سکے یہی امام شافعی، اہل مدینہ اور ابو عبید رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔[۱۳]

امام ابو منصور ماتریدیؒ نے بھی توافق کا قول اختیار کیا ہے کہ دونوں آیات کے مدلول یا زمانہ مختلف ہے۔[۱۴] جب کہ فقہائے احناف کے ہاں بھی مشرکین کے قتل کا حکم عرب کے مشرکین کے ساتھ خاص ہے چنانچہ فقہ حنفی کی رو سے مشرکین عرب اور مرتد کا استرقاق جائز نہیں اس کے علاوہ قیدیوں کے بارے میں وہ اختیار کے قائل ہیں البتہ ظاہر الروایۃ کے مطابق مال کی صورت میں فدیہ ان کے ہاں جائز نہیں۔[۱۵]

ان آیات کریمات میں مذکور احکام بظاہر باہم متعارض نہیں، جب کہ ان کے درمیان تطبیق ممکن ہے، اس لئے نسخ کی بجائے اسے محکم ہی ماننا راجح ہے، جس میں تیسیر کا پہلو غالب ہے۔

مزید برآں مشرکین کے قتل کا عام حکم سورۃ براءت میں خاص حالات کے تناظر میں تھا، کیونکہ مشرکین مکہ نے صلح حدیبیہ کی مخالفت کی تھی اور نقض عہد کے مرتکب قرار پائے تھے، جس کی وجہ سے انہیں مزید مہلت نہیں دی جا سکتی تھی، البتہ اشہر حرم کی وجہ سے حرمت کے مہینوں کے اختتام کے متصل بعد ان کے قتل عام کا حکم دیا گیا، اس لئے اس آیت کریمہ کو ناسخ قرار نہیں دیا جا

11- احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی، **الكشف والبيان عن تفسير القرآن** (بیروت: دار احیاء التراث العربی) ج۹ ص۲۹۔

12- الجصاص، احمد بن علی ابو بکر الرازی، **أحكام القرآن**، (بیروت: دار احیاء التراث العربی) ص۲۶۹ ج۵۔

13- مکی بن ابی طالب حموش، **الهداية إلى بلوغ النهاية** (مجموعۃ بحوث الکتاب والسنۃ، جامعۃ الشارقۃ) ج۱۱ ص ۶۸۸۳۔

14- محمد بن محمد ابو منصور الماتریدی، **تأويلات أهل السنة** (بیروت لبنان: دار الکتب العلمیۃ) ج۹ ص۲۶۵۔

15- الکاسانی، ابو بکر بن مسعود، **بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ) ج۷ ص۱۱۹۔

سکتا، اور نہ ہی اس کی وجہ سے دوسرے اختیارات کی نفی کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں اس کی بہترین وضاحت کی گئی ہے کہ :

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں نازل شدہ آیت مبارکہ اس وقت کے اِحوال و ظروف کی وجہ سے تھی، کیونکہ مسلمان اس وقت باعتبار تعداد کم تھے، البتہ جب تعداد اور قوت و سطوت بڑھ گئی، تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اختیار کا حکم نازل فرمایا، کہ چاہے قتل کرو یا احسان کر کے یا فدیہ لے کر رہا کر دو۔[۱۶]

عہد نبویؐ میں فدیہ کے واقعات:

عہد نبوی علی صاحبہ الصلاۃ والسلام میں اس قسم کے واقعات پائے جاتے ہیں کہ جنگ میں قید شدہ افراد کو فدیہ لے کر رہا کیا گیا، سب سے پہلے جنگ بدر کے قیدیوں کا مسئلہ تھا جس کی بابت جناب رسول اللہ ﷺ نے فدیہ کا فیصلہ کیا۔

اسی طرح عمران بن حصین سے مروی ہے کہ بنو عقیل کا ایک شخص جب گرفتار کیا گیا اور وہ بنو ثقیف کے حلیف تھے۔ آپؐ نے اسے فدیہ کے بدلے رہا کیا جب کہ اس کا فدیہ بنو ثقیف کے ہاں دو مسلمان قیدیوں کی رہائی قرار دیا گیا۔[۱۷]

عہد نبوی ﷺ میں "من" کی مثالیں:

عہد نبویؐ میں اس بابت وفد ہوازن کا واقعہ نظیر کی طور پر ملتا ہے کہ جب ان کا وفد اپنے جنگی قیدیوں کی بابت جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے ان کے سامنے دو اختیار رکھے جس میں سے ایک اپنے اموال کو واپس حاصل کرنے کا تھا جب کہ دوسرا جنگی قیدیوں کی آزادی کا تھا۔ وفد نے باہم صلاح و مشورہ کے بعد جنگی قیدیوں کی آزادی پر اتفاق رائے حاصل کر کے مطالبہ کیا، اس موقع پر جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ هَؤُلاَءِ جَاءُوا تَائِبِينَ، وإِني قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطَيِّبَ ذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ،

16– الجصاص، **أحكام القرآن**، ج ۵ ص ۲۶۹۔

17– النیسابوری، مسلم بن حجاج القشیری، **صحيح مسلم**، باب لا وفاء لنذر فی معصية الله، رقم الحدیث ۱۶۴۱۔

وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يفئ اللهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ (۱۸)

سارے حاضرین مجلس نے جناب رسول اللہ کی تجویز پر رضامندی کا اظہار کیا لیکن مزید تاکید اور اطمینان کے لئے ان کو حکم دیا کہ اپنے اپنے قبیلے اور خاندانوں کے ذریعے اپنی رضامندی کا اظہار کیا جائے، چنانچہ مکمل اطمینان کے بعد جنگی قیدیوں کی آزادی کا حکم صادر فرمایا۔

قیدی کے قتل کا حکم:

اس بابت فقہائے کرام کی رائے مختلف فیہ ہے کیونکہ نصوص قرآنیہ اور سنت نبوی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام میں مختلف اختیارات مذکور ہیں جس کی وجہ سے ان نصوص اور واقعات کی بنیاد پر استنباط میں اختلاف پایا جاتا ہے، چنانچہ ذیل میں فقہی مکاتب فکر کی آراء بمعہ مستدلات ذکر کئے جاتے ہیں تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ کہاں تک فقہاء کا باہم اختلاف پایا جاتا ہے اور اس اختلاف کی روشنی میں عصر حاضر میں مسلمانوں کے لئے جنگی قیدیوں کے ساتھ کس قسم کے سلوک کی گنجائش ممکن ہے۔

ا: فقہائے احناف کی رائے:

فقہائے احناف کا مذہب اس بابت امام کے پاس تین اختیارات میں سے کسی ایک پر عمل ہے:

ا: قتل:

امام چاہے تو انہیں قیدی بنانے کے بعد قتل کرے کیونکہ نصوص قرآنیہ سے یہ حکم واضح ہے جیسا کہ اللہ جل شانہ کا ارشاد مبارک ہے: فَاضْرِبُوا فَوْقَ الأَعْنَاقِ (۱۹) اس کے ذریعے امام کفار پر مسلمانوں کا رعب و دبدبہ قائم کر سکتا ہے۔ اور اس کے متعلق سنت نبویؐ سے بھی قولی و عملی ثبوت ملتے ہیں۔

18– سلیمان بن الاشعث، **السنن**، باب في فداء الأسير بالمال، حدیث نمبر ۲۶۹۵، (بیروت: دار الکتاب العربي) ج ۱۴ ص ۳۔

19– القرآن، ۸: ۱۲۔

۲: غلام بنانا

اگر امام چاہے تو انہیں احوال وظروف کو مد نظر رکھ کر غلام بنائے، اور مسلمانوں میں تقسیم کرے، کیونکہ یہ بھی باقی اموال غنیمت کی طرح جنگ کے نتیجے میں مسلمانوں کے ہاتھ آئے ہیں، البتہ مشرکین عرب اور مرتد کی سزا صرف قتل ہے، کیونکہ استرقاق کا مقصد انہیں اسلام کی طرف راغب کرنا ہے جب کہ مشرکین عرب اور مرتد میں یہ نہیں پایا جاتا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ: فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ[20] اس کے برعکس عرب مشرکین کی اولاد اور خواتین عجم مشرکین، ان کی اولاد اور خواتین کو غلام بنایا جاسکتا ہے جس طرح کہ ہوازن کے لوگوں کی خواتین اور بچوں کو عہد نبویؐ میں غلام بنایا گیا تھا حالانکہ یہ عرب کا اہم قبیلہ تھا۔

۳: احسان بصورت ذمہ

امام کے پاس یہ اختیار بھی ہے کہ انہیں آزاد چھوڑ کر اہل ذمہ میں شامل کرے سوائے مشرکین عرب اور مرتد کے کیونکہ ان کا حکم صرف قتل ہے۔ اہل ذمہ بنانے کے نظائر میں سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا معاملہ سواد عراق کے ساتھ ہے، مزید برآں اس طرح کا احسان جزیہ کو بھی شامل ہیں اس لئے یہ حکماً جزیہ کے معنی میں ہے۔[21]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ احناف کے ہاں مذکورہ بالا تینوں صورتیں امام کے لئے قابل عمل ہے اور ان میں سے جس کے مطابق وہ معاملہ کرنا چاہے اسے اجازت ہے، البتہ فدیہ لے کر جنگی قیدی کو چھوڑنا فقہائے احناف کے ہاں جائز نہیں، جب کہ امام محمد رحمہ اللہ کے ہاں بوڑھے قیدی کو فدیہ بدلے رہا کرنا جائز ہے بشرط یہ کہ اس بوڑھے سے افزائش نسل کی امید ختم ہو چکی ہو۔ اس کی توجیہ فقہائے احناف یہ بیان فرماتے ہیں کہ، جنگی قیدیوں کے بارے میں شریعت کا اصل حکم قتل کا ہے جب کہ انہیں غلام بنانا یا احسان بصورت ذمہ فرع ہے، جب کہ فدیہ کی صورت میں جنگی قیدی کو دوبارہ کفار کی طرف لوٹانا انہیں مسلمانوں کے خلاف جنگی طور پر مزید طاقتور بنانے کے مترادف ہے، اس لئے یہ جائز نہیں۔ بہر صورت احناف فقہاء کے ہاں یہ ایک صوابدیدی اختیار ہے جسے خلیفۃ المسلمین یا

20- القرآن، ۹: ۵۔

21- مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: کاسانی، **بدائع الصنائع**، ج۷ ص۱۹۔

امام احوال وظروف کی روشنی میں متعین کر سکتا ہے، کیونکہ مختلف حالات کے تقاضے مختلف ہوتے ہیں جس کی وجہ سے کسی ایک خاص حکم کو متعین کرنا خلاف مصلحت ہے۔

فقہائے مالکیہ کا موقف:

فقہی اعتبار سے فقہائے مالکیہ کا موقف اہل عرب کے جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کے بارے میں المدونۃ میں لکھا ہے، امام مالک سے اس بابت کوئی قول منقول نہیں کہ انہیں غلام بنایا جا سکتا ہے یا نہیں، چنانچہ وہ عجمیوں کے حکم میں ہے اور انہیں غلام بنانا درست ہے۔[۲۲]

جب کہ ان کے ہاں بھی امام کے پاس اختیار ہے کہ وہ چاہے:

۱: انہیں قتل کر دے، یہ حکم ماقبل میں مذکور نصوص پر مبنی ہے۔

۲: انہیں غلام بنادے مالکیہ کے ہاں غلام بنانے میں کوئی استثنی نہیں، اور یہ حکم مبنی بر عموم ہے، جیسا کہ المدونۃ کی عبارت سے واضح ہوتا ہے۔

۳: ان پر جزیہ لاگو کر دے،[۲۳] چنانچہ اہل کتاب کے علاوہ اس حکم میں مجوس، تمام عجمی مشرکین اور مشرکین مکہ کو بھی اس میں شامل کیا گیا ہے،[۲۴] جزیہ کے متعلق حکم کو جو حضرات اہل کتاب کے ساتھ خاص کرتے ہیں ان کی توجیہ یہ ہے کہ چونکہ آیت مبارکہ میں صرف اہل کتاب کا ذکر ہے اس لئے حکم بھی ان کے ساتھ خاص ہوگا۔ جب کہ مالکیہ کے ہاں اس کا حکم عام ہے کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ جب سریہ بھیجتے تو ان کو ہدایت فرماتے کہ مخالفین کے سامنے تین مختلف اختیار رکھیں، ان میں سے ایک جزیہ بھی ہوتا تھا، جب کہ سورۃ براءۃ میں مشرکین کے ساتھ قتال کا حکم یا آیت مبارکہ میں اہل کتاب کا تذکرہ اس بات کو مستلزم نہیں کہ جزیہ مشرکین پر لاگو نہیں ہو سکتا، اور نصوص میں عموم خصوص کا تقدم وتاخر نسخ کو لازم نہیں۔

22– مالک بن انس الاصبحی، **المدونۃ الکبری** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ) ج۱ص ۵۱۲۔

23– عبدالوہاب بن علی، **المعونۃ علی مذہب أھل المدینۃ** (مکہ مکرمہ: المکتبۃ التجاریۃ) ص۲۶۱۔

24– محمد بن احمد بن رشد القرطبیؒ، **بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد** (القاہرۃ: دارالحدیث، ۱۴۲۵ھ) ج۲ص ۱۵۱۔

۴: انہیں فدیہ کے بدلے رہا کر دے، اس بابت ان کا مستدل اللہ جل شانہ کا ارشاد مبارک ہے:
فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً[۲۵]۔

یا تو احسان کرے یا ان سے فدیہ لے کر رہا کر دے، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ آیت مبارکہ فقہائے مالکیہ کے ہاں منسوخ نہیں، جب کہ اس کے بارے میں بدر کے قیدیوں کے ساتھ جناب رسول اللہ ﷺ کا کیا گیا معاملہ بھی ان کا مستدل ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے فدیہ لے کر انہیں رہا کیا تھا۔

فقہائے شافعیہ کا موقف:

فقہائے شافعیہ کے ہاں مرد جنگی قیدی کے بارے میں امام کے پاس اختیار ہے قتل، من، فداء اور غلام بنانے میں سے کسی ایک پر وہ عمل کر سکتا ہے جیسا کہ اس کی وضاحت الحاوی الکبیر میں کی گئی ہے:

"لِأَمِيرِ الْجَيْشِ خِيَارًا فِي الرِّجَالِ بَيْنَ الْقَتْلِ وَالْفِدَاءِ وَالْمَنِّ وَالِاسْتِرْقَاقِ، فَلَمْ يَتَعَيَّنِ الِاسْتِرْقَاقُ إِلَّا بِالِاخْتِيَارِ"[۲۶]

امیر لشکر کے پاس مرد جنگی قیدیوں کے معاملے میں تین اختیارات میں سے کسی ایک کے انتخاب کا حق ہے: قتل، فدیہ، احسان، غلام بنانا۔ چنانچہ اس میں غلام بنانے کا حکم ایک اختیار ہے، اس کے علاوہ بھی دیگر اختیارات پر عمل کیا جا سکتا ہے۔

فقہائے حنابلہ کی رائے:

امام احمد رحمہ اللہ اور ان کے متبعین فقہائے کرام کے ہاں امام یا اس کے نائب کے پاس چار اختیارات میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا حق ہے جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائے، البتہ امام احمد بن حنبلؒ کی ایک رائے کے مطابق اگر جنگی قیدی مشرف بہ اسلام ہو جائے تو اس صورت میں اس

25– القرآن، ۴۷: ۸۔

26– ابو الحسن الماوردی، **الحاوی الکبیر** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۹ھ) ط۱، ج۱۴، ص۲۴۱۔

کو غلام بنانا جائز نہیں، کیونکہ استرقاق ایک سزا کے طور پر مشروع حکم ہے جب کہ قبول اسلام کے بعد سزا کی ضرورت یا وجہ جواز باقی نہیں۔[۲۷]

بین الاقوامی قوانین کی تصریحات:

عصر حاضر میں قومی ریاستوں کے قیام کے بعد بین الاقوامی قوانین کی تشکیل کی گئی ہے، اور نظری طور پر غلامی کو ممنوع اور جرم قرار دیا ہے۔غلامی کی تعریف بین الاقوامی قوانین کے مطابق یوں کی گئی ہے:

Slavery is the status or condition of a person over whom any or all of the powers attaching to the right of ownership are exercised. [28]

اس تعریف کے مطابق کسی شخص پر کسی کا انفرادی یا اجتماعی ملکیت کا قائم ہونا غلامی کہلاتا ہے۔

چنانچہ جنیوا کنونشن میں اس کی تصریح یوں کی گئی ہے:

"The Slavery and Slave Trade in all their forms are [۲۹]prohibited"

اس Rule کے مطابق غلامی اور غلاموں کی خرید وفروخت کسی بھی صورت میں جائز نہیں۔

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بین الاقوامی قانون کی رو سے جنگی قیدی کو غلام بنانا ممنوع ہے، اور جنگی قیدیوں کی بابت یہ قانون ایک منظّم طریقہ کار وضع کر چکا ہے، اس کے علاوہ ان کے حقوق کا تعین بھی کیا جا چکا ہے، لیکن جیسا کہ اس کے مفہوم میں یہ بات ذکر کی جا چکی ہے کہ جنگی قیدی کا اِطلاق انہیں لوگوں پر کیا جائے گا جو شناخت کے حامل ہونگے، البتہ اگر ایسی کوئی شناخت نہ ہو تو اس صورت میں وہ غیر قانونی مقاتلین "Unlawful Combatant" متصور ہونگے، اور ان

27– ابو یعلی الفراء محمد بن الحسین الحنبلی، **الأحكام السلطانية**، ص ۱۴۱۔

28 – Slavery Convention 1929, Section 1 (1).

29 – Geneva Convention, Rule 94, Slavery and Slavery Trade.

حقوق سے مستفید نہیں ہو سکیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ افغان جنگ میں طالبان کو جنگی قیدیوں کے حقوق نہیں دیئے گئے، اور ان حقوق کے نہ دینے کی وجہ یہی بتائی گئی تھی کہ ان کے پاس جنگی قیدی کا شناخت نہیں، یعنی کہ وہ کسی تسلیم شدہ ریاست کے جنگی فوج کا حصہ نہیں تھے۔

تجزیہ:

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ جہاں تک فقہی طور پر استرقاق کا حکم ہے تو مذاہب اربعہ کے مطابق جنگی قیدیوں کو غلام بنانا جائز ہے، اور امام کے پاس یہ اختیار ہے کہ اگر وہ استرقاق کو زیادہ اصلح اور انفع سمجھتا ہو تو انہیں قتل یا فدیہ یا احسان کرنے کی بجائے غلام بنا سکتا ہے، یہ حکم جس طرح عہد رسالت اور اس کے بعد کے ادوار میں برقرار تھا اسی طرح آج بھی یہ حکم موجود ہے، کیونکہ منصوص احکام کو سوائے شارع کے کوئی اور منسوخ کرنے کا استحقاق نہیں رکھتا، جب کہ عہد رسالت میں ایسا کوئی نص یا حکم یا فعل موجود نہیں جس سے واضح طور پر یا اشارۃ اس کا منسوخ ہونا ثابت کیا جا سکے، البتہ تخصیص کی حد تک اس میں سے مشرکین مکہ نکال دیئے گئے ہیں جن کے لئے صرف قتل کا حکم باقی رہا، لیکن وہ نص ہی کے ذریعے تخصیص شدہ ہے اور استرقاق سے زیادہ سخت حکم ان کی بابت نازل ہوا کہ انہیں صرف قتل کیا جائے گا اور باقی اختیارات ان کے حق میں استعمال نہیں ہو سکتے۔

اسی طرح جناب رسول اللہ ﷺ کے فعل سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ استرقاق میں کوئی شرعی قباحت نہیں، جہاں تک بنو ہوازن کے قضیے کا تعلق ہے تو اس میں احسان پایا جاتا ہے لیکن احسان سے پہلے ان کا تقسیم کیا جانا استرقاق کے حکم کو مزید تقویت پہنچاتا ہے، اگر استرقاق جائز نہ ہوتا تو آپ علیہ السلام کبھی بھی انہیں مسلمان مجاہدین کے درمیان تقسیم نہ فرماتے۔

استرقاق کی بابت فقہاء نے یہاں تک تصریح کی ہے کہ اگر جنگی قیدی قید میں آنے کے بعد اسلام قبول کرے تب بھی ان کو غلام بنانا جائز ہے، جیسا کہ علامہ شامی نے تصریح کی ہے:

وَإِسْلَامُهُ لَا يَمْنَعُ اسْتِرْقَاقَهُمْ، مَا لَمْ يَكُنْ قَبْلَ الْأَخْذِ كَذَا فِي الْمُلْتَقَى وَشَرْحِهِ[۳۰]

30– محمد امین المعروف بابن عابدین، **رد المحتار علی الدر المختار** (بیروت: دار الفکر، ۱۴۱۲) ج ۴ ص ۱۳۹۔

البتہ اگر قید میں آنے سے پہلے وہ مشرف بہ اسلام ہو جائے تو اس صورت میں وہ آزاد ہونگے
۔

اخلاق، دیانت اور تقویٰ کا تقاضہ یہ ہے کہ غلام بنانے سے گریز کیا جائے، اور امام اگر جنگی قیدیوں کو آزاد کرنا چاہے تو اس میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ احسان کا اختیار بہر حال اس کے پاس موجود ہے ، اسی طرح انفرادی طور پر اسلام نے مسلمانوں کو ترغیب دی ہے کہ وہ غلاموں کو آزاد کریں ، اور اس بابت مختلف کفارات میں غلام کی آزادی کو مستحسن قرار دیا گیا ہے جب کہ مختلف نصوص میں عمومی حالات میں اصحاب ثروت کے غلام کو آزادی دلانے کو باعث اجر وثواب قرار دیا گیا ہے۔

اس لئے ان دونوں کا باہم کوئی تعارض نہیں ، بلکہ غلام بنانے کا حکم تخفیف اور رحمت خداوندی پر مبنی ہے ، کیونکہ اس سے پہلے جنگی قیدیوں کے بارے میں صرف قتل کا حکم تھا ، اس کے بعد جب مسلمانوں کو قوت حاصل ہوئی اور افرادی قوت بڑھ گئی ، تو اللہ تعالی نے قتل کے علاوہ غلام بنانے ، احسان کرنے اور فدیہ کے بدلے رہائی کا اختیار بھی عطاء فرمایا ، کیونکہ اسلام کا مقصد جہاد سے محض انتقام یا خون بہانا نہیں بلکہ اس کا مقصد اعلائے کلمتہ اللہ اور ظلم کا خاتمہ ہے ، تاکہ لوگ اپنے رب کی پہچان حاصل کر کے صرف اس کی عبادت کر سکے۔

مزید برآں اس تخفیف کے ساتھ ساتھ اسلام نے جنگی قیدیوں کی تقسیم سے پہلے حقوق مقرر کیے ہیں مثلا بچوں ، خواتین ، کمزور افراد اور غیر مقاتلین کے لئے قتل کا حکم نہیں دیا بلکہ ان کے لئے صرف غلامی کا حکم ہے ، اسی طرح غلام بنانے کے بعد ان کے حقوق کا تعین کیا گیا ، اور ان کے ساتھ غیر انسانی ، ظلم پر مبنی اور وحشیانہ سلوک سے منع فرمایا گیا ، بلکہ اگر اسلامی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو مسلمانوں نے غلاموں کی تربیت کا بہترین انتظام کیا اور انہیں معاشرے کے مفید افراد بنانے کی بھر پور کوشش کی ، یہی وجہ کہ اسلامی تاریخ کے نامور فقہاء ، محدثین ، مفسرین ، اور دیگر شعبہ ہائے حیات میں بیش بہا کارنامے سرانجام دینے والوں میں کثیر تعداد موالیوں کی ہیں۔ اسی طرح ان کی آزادی کے لئے مختلف النوع راستے فراہم کئے گئے ، یہ بذات خود ایک ضخیم کتاب کا متقاضی موضوع ہے ، لیکن سر دست اس مضمون کے موضوع کا خلاصہ یہی ہے کہ جنگی قیدیوں کو غلام بنانا جائز ہے۔

شریعت اسلامیہ کی رو سے جیسا کہ ما قبل بحث سے واضح ہوا کہ امام یا مسلمان حکمران کے پاس حالات کے مطابق اختیار ہے کہ وہ کسی بھی ایک اختیار، قتل، استرقاق، احسان اور فدیہ پر عمل کر سکتا ہے، اور اس میں کوئی ایک اختیار پر ہی عمل کرنا فرض یا واجب نہیں، بلکہ کسی ایک کو اختیار کیا جاسکتا ہے ، یا مختلف قیدیوں کے اعتبار سے مختلف اختیارات کو اختیار کیا جاسکتا ہے ، جیسا کہ بعض قیدیوں سے متعلق احسان والا معاملہ اختیار کیا جائے جب کہ بعض خطرناک نوعیت کے قیدی قتل کئے جائے، اور بعض کے بدلے فدیہ یا مسلمان قیدیوں کی رہائی کا معاملہ طے کیا جائے، اس لئے یہ بھی لازمی نہیں کہ صرف ایک ہی اختیار پر عمل ہو بلکہ بہ یک وقت کئی اختیارات پر عمل جائز ہے۔ چنانچہ جنگی قیدی کو غلام بنایا جاسکتا ہے، بشرط یہ کہ ان کے متعلق شریعت کے احکامات کا مکمل لحاظ رکھا جائے ، لیکن چونکہ عملا عالم اسلام میں غلامی کا تعامل عرصہ دراز سے مفقود ہے، اس لئے مسلمان حکمران باقی اختیارات میں سے اگر کسی پر عمل کرے تو یہ عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق زیادہ اصلح اور انفع ہے۔

جہاں تک موجودہ بین الاقوامی قوانین کا جنگی قیدیوں سے متعلق رویہ ہے تو وہ مبنی بر تضاد ہے، کاغذ کے ٹکڑوں اور زبانی جمع خرچ کی حد تک جنگی قیدی کو غلام بنانا جائز نہیں اور ان کے حقوق بھی بیان کئے گئے ہیں لیکن عملانہ تو اس کی پشت پر کوئی قوت نافذہ ہے نہ ہی اس پر عمل درآمد کی کوئی صورت نظر آتی ہے، استعماری قوتوں نے ہمیشہ جنگی قیدیوں کے ساتھ سفاکانہ رویہ اختیار کیا ہے، گوانتانامو اور عراق کا ابوغریب جیل ان بے رحمانہ اور وحشیانہ سلوک کی زندہ مثالیں ہیں۔ اس وقت کے بین الاقوامی قوانین کی دھجیاں خود اس کے سب سے بڑے علم بردار اڑا رہے ہیں، یہاں تک کہ جنگی قیدی کے علاوہ اگر ان کے مخالفین میں سے کوئی ان کے قید میں آجائے تو اس کے ساتھ بھی ان کا رویہ انتہائی بے رحمانہ اور نامناسب ہوتا ہے۔